بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

بڑے افسوس اور دکھ کی بات ہے عہد نامۂ تاشقند کو جمعہ جمعہ ابھی آٹھ دن بھی نہیں ہوئے تھے کہ پھر صورتِ حال بگڑنے لگی اور امن و دوستی کی فضا پر بدمزگی و ناگواری کے بادل چھانے لگے۔ دونوں ملکوں میں آمد و رفت کی راہ تو کیا کھلتی۔ ٹیلیفون اور ٹیلیگرام کا جو رابطہ قائم ہو گیا تھا وہ بھی منقطع ہو گیا۔ چنانچہ پچھلے دنوں اِدھر سے حکومتِ ہند کے کچھ ٹیلیگرام مشرقی پاکستان گئے ہیں تو بواسطۂ لندن گئے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا یہ سیاست کیسی بُری بلا ہے کہ آدمی پر اُس جنونِ خود فراموشی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے جو بسا اوقات ارتکابِ خودکشی کا سبب بنتی ہے، اس موقع پر نہ اُس کو اپنوں کے دُکھ درد کا احساس ہوتا ہے اور نہ غیروں کی خندہ زنی اور شماتت کا۔

ظاہر ہے دونوں ملکوں کے درمیان اختلاف و نزاع کا بڑا سبب کشمیر کا ہی معاملہ ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس نزاع کے باوجود عہد نامۂ تاشقند جو ہوا تھا تو آخر اُس کی بنیاد کیا تھی اور اُس کا اصل مقصد کیا تھا؟ عہد نامہ میں کشمیر کے امر متنازع فیہ ہونے سے انکار نہیں کیا گیا۔ لیکن جب دو شخصوں یا دو ملکوں کے درمیان کوئی امر نزاعی ہوتا ہے تو اُس کو حل کرنے کی صرف دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ جنگ و پیکار کے ذریعے اُس کو حل کیا جائے اور دوسرے یہ کہ امن و صلح اور دوستی کی فضا میں اُس کو طے کرنے کی سعی کی جائے۔

عہد نامۂ تاشقند کی اسپرٹ یہ تھی کہ مذکورۂ بالا دو طریقوں میں سے پہلے طریقے کو بالکل خارج از بحث قرار دیا جائے، کیوں کہ جنگ کا حاصل بجز تباہی اور بربادی کے کچھ اور نہیں ہے۔ اس سے کسی تیسرے گروپ یا طاقت کو تو فائدہ پہونچ سکتا ہے، لیکن فریقین میں کسی کا بھلا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اب صورت صرف یہ رہ گئی کہ امن اور دوستی کی فضا بحال کی جائے اور جنگ اور باہمی کشیدگی کے باعث دونوں ملکوں کے

باہمی روابط کے جسم پر جو زخم پڑ چکے ہیں اُن کو مندمل کرنے کی کوششیں بروئے کار لائی جائیں۔ عہدنامۂ تاشقند پر دستخط کرنا ہی اس امر کو بطور اصول موضوعہ کے تسلیم کر لینا تھا کہ اگرچہ کشمیر کا قضیۂ نامرضیہ ابھی طے نہیں ہوا ہے اور نہ کوئی شخص یہ کہہ سکتا یا توقع کر سکتا تھا کہ جو گتھی دونوں ملکوں کے عوام کی جذباتی دلچسپی و وابستگی اور کچھ حکومتوں کی عاقبت نا اندیشی اور کچھ خارجی و داخلی اسباب کے باعث روز بروز پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہی ہوتی چلی گئی اور انجمن اقوام متحدہ کے درمیان میں پڑنے کے باوجود گذشتہ اٹھارہ برس میں نہ کھل سکی وہ عہدنامۂ تاشقند پر دستخط کے ثبت ہوتے ہی یک بیک کھل جائے گی اور سارے جھگڑے ٹنٹے چٹکی بجاتے میں ختم ہو جائیں گے۔ لیکن بہرحال کشیدگی اور منافرت کو اب باقی نہ رہنے دیا جائے گا۔ اور دونوں ملک ایک دوسرے سے قریب تر آنے اور باہمی تعلقات کو خوشگوار سے خوشگوار تر بنانے کی کوشش کریں گے۔ اور امید قوی ہے کہ دوستی و یگانگت کی اس فضا کا قیام دوسرے امورِ متنازعہ فیہ کی طرح کشمیر کے معاملہ کے سلجھ جانے میں بھی مدد دے گا۔ یہ عہدنامہ جو جنگ کے ہولناک نتائج کا عملی تجربہ کرنے کے بعد مرتب ہوا تھا گویا اختلافی و نزاعی معاملات کو حل کرنے کا ایک جدید نسخہ تھا جو دونوں نے مل جل کر عمیق صلاح و مشورہ کے بعد تجویز کیا تھا۔ اس بنا پر امانت و دیانت۔ شرافت و وضعداری اور سیاسی فہم و تدبر کا تقاضا یہ تھا کہ دس بیس نہ سہی کم از کم تین چار برس تو اس نسخہ کو آزمایا جاتا اور دوستانہ روابط و علائق کو زیادہ سے زیادہ مستحکم اور وسیع بنانے کے لئے کھلے دل سے عملی اقدامات کئے جاتے۔ لیکن افسوس ہے ایسا نہیں ہوا۔ فوجیں اپنے اپنے مقامات پر ضرور پیچھے ہٹ گئیں، اسیرانِ جنگ کا تبادلہ ہو گیا، ہر ملک کے شہری اپنے اپنے وطن کو واپس ہو گئے۔ خط و کتابت کی راہ کھل گئی اور بس! عہدنامہ پر عمل درآمد کی حرکت مسدود ہو گئی اور جنگ سے پہلے کے سے حالات رونما ہونے لگے۔

اگر حالات کا دقتِ نظر کے ساتھ جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ موجودہ صورتِ حال کے پیدا ہونے میں بڑا دخل اُن مخالف پارٹیوں اور جماعتوں کا ہے جو اپنے سیاسی اور جماعتی اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے ہر ایسے موقع سے فائدہ اٹھانے کی فکر میں رہتی ہیں جبکہ وہ گورنمنٹ کے خلاف عوام کے جذبات کو

برانگیختہ کر کے اسے شکست دے سکیں۔ گورنمنٹ شروع میں اس کی مقاومت کرتی ہے۔ لیکن آخر عوام کی شورش سے متاثر ہو کر اپنی پالیسی میں ردّ و بدل پر مجبور ہو جاتی ہے۔ اس طرح کی صورتِ حال یہاں بھی پیش آتی ہے اور وہاں بھی۔ لیکن جہاں تک عہد نامۂ تاشقند کا تعلق ہے ہم بڑے وثوق اور اعتماد کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ اس عہد نامہ کی مخالفت میں یہاں بھی آوازیں بلند ہوئیں اور اس سلسلہ میں بعض جماعتوں نے تجاویز بھی منظور کیں۔ لیکن یہ آوازیں اِکّا دُکّا ہی تھیں، اس لئے عوام پر ان کا کچھ اثر نہیں ہوا اور ملک کی عظیم اکثریت نے عہد نامہ کو خوش دلی کے ساتھ قبول کر لیا جیسا کہ پارلیمنٹ کی کارروائیوں اور عام اخبارات کے مضامین و مقالات سے ظاہر ہے۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس سلسلہ میں ملک کے ذمہ دار لیڈروں اور اعیانِ حکومت کی طرف سے جو بیانات نکلتے رہے ہیں اُن کا لب و لہجہ بھی بحیثیتِ مجموعی دوستانہ اور امن پسندانہ رہا ہے۔ بلکہ پاکستان کے ساتھ دوستی کی خواہش اور جذبہ میں بعض لیڈروں نے تو کشمیر تک کے متعلق ایسے خیالات کا اظہار کر دیا ہے کہ جہاں تک ہمیں علم ہے پاکستان میں آج تک کسی لیڈر نے ہندوستان کے ساتھ دوستی کے جذبہ میں کشمیر کے بارہ میں عام جذبات سے ہٹ کر کوئی بات نہیں کہی۔

بُرہان ایک ایسا پرچہ ہے جو کثیر تعداد میں پاکستان جاتا ہے اور وہاں بہت مقبول ہے اس لئے ہم انتہائی دردمندی اور سوزِ دل کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ دوستو! غصہ اور منافرت سے کبھی کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا بلکہ اس سے ہمیشہ نقصان ہی ہوا ہے۔ پھر یہ منافرت اور غصہ بھی کس کے خلاف؟ جو کل تک اپنے برادرانِ وطن ہی تھے، اور جن کے ملک میں آج بھی تمہاری ہزاروں دینی اور ثقافتی یادگاریں موجود ہیں۔ اور جس کی آبادی کے ایک بڑے حصہ کے ساتھ تمہارے نسلی، خاندانی اور تہذیبی تعلقات ہیں، دونوں ملکوں کے درمیان بے شبہ اختلافات ہیں اور بعض شدید قسم کے۔ لیکن یہ کہاں نہیں ہوتے! اُن کے پائدار حل کا طریقہ یہی ہے کہ دوستانہ طور پر انہیں حل کیا جائے، جنگ، پروپیگنڈا۔ سیاسی جوڑ توڑ یہ آج کل کی سیاسی تہذیب کے چُنے ہوئے ہتھیار ہیں، مگر اوچھے اور کھوٹے ہیں، قرآن نے ان سب کے مقابلہ میں ایک اور حربہ کا سراغ بتایا ہے اور یہ وہ ہے جس سے پتھر بھی موم اور دشمنوں کے دل بھی رام ہو جاتے ہیں، بحیثیت مسلمان کے ذرا یہ حربہ بھی استعمال کر کے دیکھو اب عہد نامۂ تاشقند نے یہ موقع بہم پہونچایا ہے تو اس سے فائدہ اٹھا کر کچھ اور نہیں تو کم از کم چند برسوں کے لئے ہی اس نسخۂ قرآنی کو آزما تو لینا چاہئے۔ وما توفیقنا الا باللہ۔